بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

مدیر
نذیر احمد املوی رحمانی

جلد ۲	بابت ماہِ شوال سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۷ء	نمبر ۶

مسئلۂ علمِ غیب پر تحقیقی نظر

(۱۴)

"محدث" کے کئی نمبروں سے حضرت معاذؓ کی اس روایت پر بحث ہو رہی ہے جس میں وارد ہے کہ آنحضور علیہ السلام نے اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ (میرے سامنے ہر چیز ظاہر ہو گئی)

"کل شیٔ" کے لفظ کو استغراقِ حقیقی کے معنی پر محمول کرتے ہوئے مخالفین اس کو اپنی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں۔ لیکن گذشتہ نمبروں میں قرآن مجید کی آیات، احادیث، فقہی جزئیات اور عربی اشعار سے ہم نے بہت سی مثالیں ایسی پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ "کل" یا "کل شیٔ" کا لفظ ہمیشہ استغراق کے لئے نہیں آتا۔

اس کے بعد ہم نے بتایا ہے کہ جس طرح ان آیات و احادیث وغیرہ میں دلائل و قرائن کی بنا پر استغراق کا معنی مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت معاذؓ کی مذکورہ بالا روایت کے

متعلق بھی ایسے دلائل موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بھی "کل شیئ" سے جملہ اشیاء کا استغراق مراد نہیں ہے بلکہ یہ عام مخصوص منہ البعض ہے۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں پہلے ہم نے ایک الزامی دلیل پیش کی ہے۔ اس کے بعد تحقیقی دلائل کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ گذشتہ نمبر میں دو تحقیقی دلیلیں ذکر ہو چکی ہیں، اب اس کے بعد اسی سلسلہ میں مزید تحقیقی دلائل ملاحظہ فرمائیے

تیسری دلیل یہی حضرت معاذؓ ہیں جن کو آنحضرتؐ نے یمن کا قاضی یا والی بنا کر بھیجا اور تحصیل زکوٰۃ کے سلسلہ میں ان کو ہدایت کردی کہ جس کے پاس ۳۰ گائیں ہوں ان سے ایک بچہ یک سالہ (نر یا مادہ) وصول کرنا۔ اور جس کے پاس ۴۰ گائیں ہوں اس سے ایک بچہ دو سالہ (مادہ) وصول کرنا لیکن جب یہ یمن پہنچے تو بعض لوگ ایسے اُن کے پاس آئے جن کے پاس ۳۰ سے کم گائیں تھیں تو ان کے متعلق حضرت معاذؓ نے کہا لستُ اٰخذ فی اوقاص البقر شیئاً حتی اٰتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یامرنی فیہا بشیئ وفی روایۃ لم یقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اوقاص البقر شیئا وفی روایۃ قال سفیان الاوقاص مادون الثلاثین (مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۱)

یعنی "۳۰ سے کم گایوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ نہیں فرمایا ہے اس لئے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر میں اس کے متعلق آپ سے پوچھ نہ لوں اس وقت تک میں اس میں سے کچھ نہیں لونگا"۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت معاذؓ کے یمن جانے کا واقعہ یقیناً اس "تجلی" والے واقعہ کے بعد کا ہے، کیونکہ یمن جانے کے بعد تو پھر ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی بلکہ وہ یمن ہی میں تھے کہ اِدھر حضورؐ کا انتقال ہوگیا۔

گویا یوں کہنا چاہئے کہ (بزعم مخالفین) جب "آنحضرتؐ پر قیامت تک ہونے والے تمام کلی وجزئی دینی ودنیاوی، ارضی وسماوی حوادث وکائنات کا پورا پورا انکشاف ہو چکا ہے" تب حضرت معاذؓ کو آپ نے یمن کی طرف بھیجا۔ پس آنحضرتؐ کو بالیقین معلوم تھا کہ یمن پہنچ کر معاذ کے سامنے ۳۰ سے کم گایوں کی زکوٰۃ کا معاملہ بھی پیش ہوگا اور یہ اس کے متعلق اپنے اجتہاد سے کچھ جواب دینے کی بجائے، نص معلوم کرنے کی خواہش میں مجھ سے پوچھنے کے لئے اس معاملہ کو التوا میں ڈالدیں گے لیکن قبل اس کے کہ میری ان کی ملاقات ہو، اور یہ اس کے متعلق مجھ سے پوچھ کر اپنی تشفی کرسکیں میری وفات ہو جائیگی۔

بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آنحضورؐ نے حضرت معاذ کو غلط فہمی میں رکھا، اور نعوذ باللہ فرائض مالیہ کے متعلق ایک حکم کی تنصیص کو آپ نے ان سے چھپا دیا، حالانکہ

آپ کو اس کے بیان کرنے کی ضرورت اور موقع کا علم تھا۔

کیا جنابِ رسالتمآبؐ کی یہ پوزیشن آپ کو گوارا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر سمجھ لیجئے کہ وہ دعویٰ بھی سراسر باطل اور غلط ہے جس کی بنا پر یہ خرابی لازم آتی ہے۔

پس صورتِ حال یہ نہیں ہے کہ باوجود علم رکھنے کے بھی خدانخواستہ آپ نے کسی حکمِ شرعی کو چھپا دیا ہو، بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ حضرت معاذؓ کے سامنے پیش آنے والے اس خاص اور جزئی واقعہ کی آپ کو اطلاع ہی نہ تھی، تاکہ تعیین و تنصیص کے ساتھ اس پر ان کو متنبہ فرما دیتے۔ ہاں اصولی اور اجمالی طور پر آپ نے ان کو اس کا حکم بتا دیا تھا، کیونکہ نصاب کی تعیین کا مطلب ہی یہ تھا کہ اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔

جب مذکورہ بالا تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ واقعۂ "تجلی" کے بعد بھی بعض باتیں آپ سے پوشیدہ رہیں تو معلوم ہو گیا کہ "فتجلی لی کل شئ" میں جملہ افراد کا استغراق مراد لینا صحیح نہیں۔

چوتھی دلیل

اس بات پر تو تمام اربابِ سیر و تواریخ کا اتفاق ہے کہ حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف حجۃ الوداع سے پہلے بھیجا گیا، اگرچہ اس کی تعیین میں اختلاف ہے کہ کتنی پہلے بھیجا گیا، کم سے کم مدت جو بتائی جاتی ہے وہ بروایت ابن سعد ربیع الآخر سنہ ۱۰ھ کی ہے (فتح الباری پ ششم ص ۵۱) اور حجۃ الوداع کے لئے آپ مدینہ منورہ سے ۲۴ر ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کو روانہ ہوئے تھے تو اس لحاظ سے حضرت معاذؓ کے یمن جانے کے کم از کم چھ ماہ بعد آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اور فتح الباری کے اسی مقام میں ہے کہ حضرت معاذؓ یمن سے آنحضورؐ کی وفات کے بعد عہدِ صدیقی میں واپس آئے تھے تو کہنا پڑیگا کہ حضرت معاذؓ جتنی روایتیں بھی آنحضرتؐ سے بیان کرتے ہیں وہ سب ان کے یمن جانے سے پہلے کی ہیں لہٰذا یہ حدیث (زیرِ بحث) بھی جس میں انھوں نے آنحضورؐ کے لئے "تجلی اشیاء" کا ذکر کیا ہے یقیناً ان کے سفرِ یمن سے پہلے کی ہے۔ اب اگر مان لو کہ یہ "واقعۂ تجلی" عین اسی دن کا ہے جس دن وہ یمن روانہ ہوئے تھے، تب بھی آنحضرتؐ کے سفرِ حج سے کم از کم چھ ماہ پیشتر کا واقعہ قرار پائے گا۔ یعنی (بقول مخالفین) "حج کے موقع پر پیش آنے والے ہر ہر جزئی واقعہ کی تمام تفصیلات و کیفیات کا پورا پورا علم آپ کو مہینوں پہلے حاصل ہو چکا تھا اور کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ بھی ایسا نہیں تھا جو آپ پر پوشیدہ رہ گیا ہو" حالانکہ اسی حج کے سلسلے میں پیش آنے والے متعدد واقعات سے اس کی تکذیب ہوتی ہے چنانچہ ذیل میں ہم اس کی چند مثالیں بیان کرتے ہیں ان پر غور کرو۔

(۱) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفرِ حج کا ارادہ کیا تو حضرت ضباعہ بنت الزبیر نے آکر عرض کیا کہ حضور میں بھی آپ کے ساتھ حج کا ارادہ رکھتی ہوں لیکن میں بیمار ہوں (ڈرتی ہوں کہ کہیں

راستہ میں مرض بڑھ جائے تو میں نہ حج ہی کر سکونگی اور نہ احرام ہی کھول سکوں گی) اب میں کیا کروں، تو آپ نے فرمایا اہلی بالحج واشترطی ان محلی حیث تحبسنی قال فادرکت (مسلم ص۳۸۵/ج۱) یعنی تم حج کا احرام باندھ لو اور اللہ تعالیٰ سے یہ شرط کر لو کہ اے اللہ جس جگہ تو مجھ کو روک لے گا (یعنی مرض بڑھ جائیگا اور میں آگے جانے سے مجبور ہو جاؤں گی) وہیں میں حلال ہو جاؤں گی۔ چنانچہ انھوں نے اسی طرح احرام باندھا اور رسول اللہ کے ساتھ حج کے لئے نکلیں مگر خدا کی مہربانی سے ان کے مرض میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی اور اسی احرام سے پورا حج ادا کر کے خیریت کے ساتھ وہ مدینہ واپس آگئیں"۔

اس واقعہ کے متعلق سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوتا کہ ضباعہ بخیریت حج کر کے واپس آجائیں گی اور مرض کی زیادتی کی وجہ سے رکنے کا کوئی احتمال وخطرہ نہیں ہے تو پھر صاف صاف آپ ان کو فرما دیتے، شک اور تردد کے ساتھ مشروط احرام باندھنے کے حکم دینے کے کیا معنی؟

حنفیہ کے مذہب کے مطابق اس کی یہ توجیہ بھی نہیں ہو سکتی کہ امت کے دوسرے افراد کو تعلیم دینا مقصود رہا ہو، کیونکہ حنفیہ اشتراط کے قائل نہیں ہیں، ان کے نزدیک تو چاہے کوئی شخص شرط کرے اور چاہے نہ کرے بہر حال مرض کی وجہ سے احرام کھول دینے پر دم احصار (قربانی) واجب ہوگا۔

معلوم ہوا کہ حضرت ضباعہ کے حج کے متعلق آپ کو پوری کیفیت معلوم نہ تھی۔

(۲) حضرت عائشہؓ بھی آپ کے ساتھ حج کو گئی تھیں ان کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ مقام سرف میں پہنچے تو مجھ کو ماہواری شروع ہو گئی۔ فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابکی فقال ما یبکیک فقلت واللہ لوددت انی لم اکن خرجت العام قال مالک لعلک نفست قلت نعم الخ (مسلم ص۳۸۹/ج۱) یعنی میں اپنے خیال میں یہ سمجھ کر کہ اب اس حالت میں حج نہیں کر سکوں گی اور رسول اللہ کے ساتھ حج کرنے کی فضیلت سے اس سال محروم رہ جاؤں گی مارے غم کے) رونے لگی۔ اسی حالت میں رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا خدا کی قسم میں اس سال حج کو نہ نکلی ہوتی تو اچھا ہوا ہوتا (اب تو ارادہ کر کے محروم ہوا چاہتی ہوں) رسول اللہؐ نے فرمایا آخر بات کیا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم کو ماہواری شروع ہو گئی، میں نے کہا جی ہاں! (فرمایا غم کی کوئی بات نہیں) یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہر عورت کی فطرت میں رکھا ہے، اس سے حج میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی، اس حالت میں طواف کعبہ کے سوا باقی سب کام تم کر سکتی ہو"۔

اس حدیث میں استفہامی جملوں کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو خود یہ صورت حال کہ حیض

آجانے کی وجہ سے حضرت عائشہ بے حد پریشان ہوتی ہیں، شدتِ غم سے رونے لگتی ہیں، ارادہ حج پر پشیمان ہوکر افسوس ظاہر کرتی ہیں، آنحضورؐ ان کو تسلی دیتے ہیں۔ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آنحضرتؐ کو پہلے سے اس کا کوئی علم نہ تھا۔ ورنہ حضرت عائشہؓ جیسی محبوب زوجہ کو جان بوجھ کر آپ پریشانی میں مبتلا نہ کرتے۔ بلکہ پہلے ہی ان کو بتادیتے کہ فلاں مقام پر پہنچکر تمہارے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا تم اس سے گھبرانا نہیں، کیونکہ حج میں اس سے کوئی خلل نہیں پیدا ہوتا۔

(۳) اسی حج کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ صحابہ مدینہ ہی سے قربانی کے جانور اپنے ساتھ لیکر حج کے لئے نکلے تھے، لیکن بیشتر صحابہ ایسے تھے جن کے ساتھ میں قربانیاں نہ تھیں۔ جب مکہ معظمہ پہنچ کر لوگ عمرہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے حکم دیا کہ جن کے ساتھ میں قربانیاں نہیں ہیں وہ اپنا احرام کھول کر حلال ہوجائیں، صحابہ کو بعض وجوہ سے ایسا کرنے میں تامل ہوا تو آپ نے فرمایا لو انی استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت الھدی معی الخ (مسلم ص ۳۹ ج ۱) یعنی جو مصلحت مجھ کو بعد میں ظاہر ہوئی اگر پہلے معلوم ہوتی تو میں بھی اپنے ساتھ مدینہ سے قربانی نہ لاتا اور جس طرح تم حلال ہو رہے ہو میں بھی حلال ہو جاتا۔"

یہ واقعہ بھی اس بات کی صاف دلیل ہے کہ مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت اس کی پوری نوعیت کا آپ کو علم نہ تھا ورنہ قربانیاں ساتھ میں نہ لاتے۔

(۴) حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس حج کے موقع پر آپ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے تھے لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی ھذہ (مسلم ص ۴۱۹ ج ۱) "تم لوگوں کو چاہئے کہ حج کے احکام مجھ سے سیکھ لو اسلئے کہ (یقیناً تو) میں نہیں جانتا (لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا زمانہ قریب ہے) شاید اس حج کے بعد اب میں کوئی دوسرا حج نہیں کرسکوں گا۔"

دیکھو اس روایت میں صاف مذکور ہے کہ آنحضورؐ نے اپنی وفات کے متعلق ہزاروں صحابہؓ کے مجمع میں کھلم کھلا اعلان کرکے فرمادیا لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) یعنی نفس موت کا آنا تو میرے لئے بھی یقینی ہے لیکن یہ بات کہ وہ اسی سال آئیگی میں نہیں جانتا۔ اسی لئے اس کے بعد ہی "لَعَلِّیْ" کے ساتھ شبہ ظاہر کرتے ہوئے احتیاطاً احکام سیکھ لینے کی ترغیب دی۔

اس روایت سے بھی اس خیال کی بصراحت تردید ہوتی ہے کہ حج سے مہینوں پیشتر آپ کو تمام حوادث وسوانح کا پورا پورا علم حاصل ہوچکا تھا۔

(۵) دیگر ازواجِ مطہرات کی طرح ام المومنین حضرت صفیہؓ بھی اس حج میں آپ کے ساتھ تھیں

ان کے متعلق حضرت عائشہؓ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد من صفیۃ بعض ما یرید الرجل من اھلہ فقالوا انہا حائض یا رسول اللہ الحدیث (مسلم ۲۲۷/۱)

یعنی (حج سے فراغت کے بعد طواف وداع سے پہلے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کے ساتھ جماع کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو اس وقت حالتِ حیض میں ہیں۔"

بتاؤ اگر حج سے پہلے ہی ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ کی پوری تفصیل آپ کو معلوم ہو چکی تھی تو حضرت صفیہؓ کے اس موقع پر حائضہ ہونے کا بھی علم آپ کو ہو چکا تھا۔ پھر حیض کی حالت کا علم رکھتے ہوئے بھی آپ نے ان سے جماع کا کیسے ارادہ کیا؟ کیا جان بوجھ کر نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ آپ فعلِ حرام کے ارتکاب کا ارادہ کر رہے تھے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ کو اس کی اطلاع ہی نہ تھی اور اس وقت تک اطلاع نہ ہوئی جب تک کہ لوگوں نے بتایا نہیں۔

ثابت ہو گیا کہ آپ کو جملہ ما کان وما یکون کا علم محیط حاصل نہ تھا۔

یہ تمام واقعات سفرِ حج ہی سے متعلق ہیں اس لئے ہم نے ان کو ایک ہی دلیل شمار کیا ہے ورنہ درحقیقت ان میں سے ہر واقعہ حدیث معاذ (زیر بحث) کی تخصیص کی مستقل دلیل ہے اور ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ "کل شیٔ" سے جملہ افراد کا استغراق مراد نہیں ہے۔

پانچویں دلیل

حدیث معاذؓ (زیر بحث) کی تخصیص کی پانچویں (بلکہ دسویں) تحقیقی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حیات دنیویہ کے آخری لمحات میں پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی (ضعف کی وجہ سے اٹھ کر باہر جانے کی طاقت نہ تھی اس لئے) برتن منگوایا لیکن قبل اس کے کہ وہ برتن آپ کی خدمت میں پہنچایا جائے روح مبارک جسم اطہر سے پرواز کر گئی" (نسائی ۱۴/۱)

دیکھو یہ واقعہ آپ کی زندگی کے بالکل آخری لمحات کا ہے، اس لئے بلاشبہ "تجلی اشیا" والے واقعہ کے بعد کا ہے۔ پس اگر قطعی طور پر آپ کو یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہوتا کہ اب مجھے اس دنیا میں اپنی حاجت (بول) سے فراغت کا موقع نہیں ملے گا تو پھر اس کے لئے برتن منگوانے کا عبث اور لاحاصل فعل آپ سے سرزد نہ ہوتا۔

معلوم ہوا کہ آپ کو اس کی اطلاع نہ تھی، لہذا ثابت ہوا کہ "کل شیٔ" سے استغراق مراد نہیں۔ اور یہ عام مخصوص منہ البعض ہے۔

یہ حدیث محل استدلال نہیں

جب مذکورہ بالا دلائل و قرائن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فتجلی لی کل شیٔ سے عموم و استغراق مراد نہیں، بلکہ بعض افراد اس سے خارج ہیں، تو اب یہ حدیث اس دعوے کے لئے محل استدلال نہ رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ ماکان ومایکون کا تفصیلی محیط علم حاصل تھا، کیونکہ اس استدلال کا دار و مدار تو اس کے عموم و استغراق پر تھا واذ لیس فلیس۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان دلائل مخصصہ کے بعد اب یہ حدیث عام مخصوص منہ البعض ٹھیری اور عام مخصوص منہ البعض کی دلالت اپنے باقی افراد پر بھی مشکوک ہوتی ہے۔ لہذا اب جو افراد اس میں بظاہر داخل ہیں ان کے خروج کا بھی احتمال ہے اور یہ اصول مسلم ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی "جب کوئی دلیل مدعی کے دعوے کے خلاف مفہوم کا بھی احتمال رکھتی ہو تو وہ قابل استدلال نہیں ہوتی"۔ لہذا یہ دلیل قابل استدلال نہیں، اور اس دلیل کی بنا پر آنحضور کے علم کے متعلق مذکورہ بالا دعویٰ غلط اور باطل ہے۔

الحمد للہ کہ مخالفین کی ساتویں دلیل کا بھی نہایت مفصل اور محقق جواب ہوگیا۔ اب اس قسم کی کوئی صاف و صریح دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔ صرف دو دلیلیں اور ان کی باقی رہ جاتی ہیں انشاء اللہ آئندہ نمبر میں ان کی بھی قلعی کھل جائے گی۔ (باقی)

توسیعِ تعلیم کی اسکیم

بدنصیبی سے ہندوستان میں تعلیم کی بہت کمی ہے۔ دیہاتوں میں جہاں ہندوستان کی اکثریت بستی ہے یہ کمی اور زیادہ محسوس کی جاتی ہے۔ صوبہ یو، پی، کی حکومت کے سامنے اس وقت توسیعِ تعلیم کا ایک عظیم الشان اور ہمہ گیر پروگرام ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ نظام تعلیم میں عام اصلاح کے ساتھ دیہاتوں میں تعلیم کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو اور ہر ہر دیہات میں اسکول کھل جائیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وزارت تعلیم نے ایک اسکیم تیار کی ہے تاکہ چھ برس کی عمر سے لیکر گیارہ برس کی عمر تک ہر بچہ کو تعلیم دیجا سکے۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ دس برس میں صوبہ کے اندر ۴۳ ہزار نئے ابتدائی اسکول کھولدیئے جائیں یعنی ایک ہزار کی آبادی والے ہر گاؤں میں ایک ایک اسکول قائم ہو جائے، چونکہ فی الحال اتنی تعداد میں اسکولوں کا کھلنا مشکل ہے اس لئے یہ طے کیا گیا ہے کہ دو دیہاتوں کے لئے ایک اسکول کھولا جائے۔ (باقی مضمون صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ ہو)